عید مل کر نبھائیں گے

سعدیہ عابد

سعدیہ عابد

ناولٹ

ربیع الزماں گہری سوچ میں مستغرق تھے‘ جب وہ میٹنگ روم میں داخل ہوا تھا۔ ’’تیرا بھی جواب نہیں کتنا یہاں اطمینان سے بیٹھا ہے اور مجھے ان سڑے انگریزوں کے ساتھ اکیلے ہی میٹنگ بھگتنا پڑی‘ کیا آفت پڑی تھی جو...‘‘

’’سوری یار! میٹنگ اٹینڈ کرنے کی بالکل ہمت نہ تھی‘ سر درد سے پھٹ رہا تھا‘ پین کلر سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا تو‘ میٹنگ، میں نہ آنے کا کہلوا دیا‘ تو یہ بتا میٹنگ کیسی...‘‘

’’ڈیڑھ گھنٹے مغز ماری کر کے آیا ہوں‘ میری بھی

ہمت جواب دے گئی ہے۔ تو نہ جانے کیسے ان سب کو جھیلتا ہے۔'' افہام الحق چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا اور چائے آرڈر کی تھی۔ جبکہ ربیط الزماں نے سگریٹ سلگالی تھی۔ ''تیرے سر میں درد ہے اور پھر بھی تو نے یہ منحوس چیز منہ سے لگالی ہے' تو دن بہ دن عجیب نہیں ہوتا جا رہا۔'' وہ اسے کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا' کیونکہ وہ جتنا سگریٹ سے چڑتا تھا' ربیط الزماں جو پہلے کبھی کبھی پیا کرتا تھا اب تو چین اسموکر ہی بنتا جا رہا تھا اور یہ بات اس کے لئے تشویشناک تھی۔

میں آئینہ ہوں کہ عکس کوئی
مجھے خود اپنی خبر نہیں ہے

ربیط الزماں کے لہجے میں کچھ ایسا ضرور تھا' جو اسے چونکا گیا تھا۔

''خیر تو ہے بہت زیادہ ڈپریسڈ لگ رہے ہو' کوئی پریشانی۔''

''سلجھا ہوا سا فرد سمجھتے ہیں مجھ کو لوگ
الجھا ہوا سا مجھ میں کوئی دوسرا بھی ہے۔''

''اوئے غالب کے جانشین' کچھ کہے گا بھی یا شعر سنا سنا کر بور کرنے کا ارادہ ہے؟'' بغور اسے دیکھا تھا خوبصورت چہرے پر سوچوں کا جال سا بکھرا تھا اور بھوری آنکھیں رت جگے کی داستان سناتی لہو رنگ ہو رہی تھیں۔

''ربیط! کیا بات ہے یار' کیا لڑائی ہوگئی۔''

''لڑائی نہیں' جدائی کی گھڑی آن پہنچی ہے' میں یو کے جا رہا ہوں۔'' اس کی آنکھیں حیرت سے اس کے اداس چہرے کا طواف کرنے لگی تھیں۔

''ربیط! کھل کر بتاؤ' میں سمجھا نہیں' تم کیوں یو کے......''

''عجیب ہوں میں اور عجیب لفظوں کی دنیا ہے
اکثر جو کہنی ہوں وہ باتیں ضروری رہ جاتی ہیں''

وہ پیپر ویٹ گھماتا خلاؤں میں گھور رہا تھا۔ ''تیرے پیرنٹس نہیں مان رہے یا آفرین......''

''جب جدائی مقدر ہے تو' سبب میں کیا ہے۔'' اس نے چونک کر ربیط الزماں کو د[یکھا] تھا' سب کچھ ہار دینے کا ملال چہرے پر رقم تھا۔ ''[میں] تو تجھے بہت بہادر سمجھتا تھا' اور آفرین' وہ تو تیر[ی] کزن......''

''یہی تو رشتہ ہماری سزا بن گیا ہے۔ آفرین [کے] پاپا اور میرے ڈیڈ کے درمیان لڑائی ہوگئی ہے۔ ا[ور] اس کا اثر ہمارے رشتے پر پڑا ہے۔ ڈیڈ' انکل کا [نام] بھی نہیں سننا چاہتے ہیں اور نہ انکل کو ایسی تمنا رہ[ی] ہے۔'' ربیط الزماں دھیرے دھیرے اسے جھگڑ[ے] کی تفصیل بتانے لگا تھا۔ منیر الزماں اور قمر الزما[ں] دونوں سگے بھائی اور بزنس پارٹنر تھے۔ لاسٹ منت[ھ] یو کے سے ڈیلی گیشن آیا تھا' قمر الزماں ناساز طبیعت کی وجہ سے میٹنگ میں شرکت نہ کرسکے اور ا[س] پروجیکٹ سے جو سکسیکس اور منافع ملا' وہ سب منی[ر] الزماں کو ملا' تھوڑے بہت اختلافات جو پہلے سے تھے' وہ اب اتنی سی بات پر اتنے بگڑے کہ دونو[ں] بھائی اپنے شیئرز الگ کر بیٹھے۔

منیر الزماں کا اکلوتا بیٹا' ربیط الزماں جو قمر الزماں کی بڑی بیٹی آفرین سے محبت کرتا تھا۔ ا[ور] اس کی والدہ جو آفرین کا رشتہ لے جانے والی تھیں' اب آفرین کے نام سے بھی برگشتہ تھیں۔ جبک[ہ] آفرین نے اپنے پیرنٹس (کیونکہ وہ بھی ربیط الزما[ں] سے محبت کرتی تھی) کو اور ربیط الزماں نے اپنے پیرنٹس کو ہر طرح سے منانے اور سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ مگر دونوں کو ہی ناکامی ہوئی تھی' آفرین کی منگنی دو دن قبل ہی قمر الزماں کے نئے بزنس پارٹنر کے بیٹے سے ہوئی تھی۔ جہاں آفرین کا رو رو کر برا حال [تھا] وہیں' ربیط الزماں نے فرار کی راہ نکالی تھی۔

''یار! یہ جو رشتے ہوتے ہیں' کبھی بھی پوری طرح نہیں ٹوٹتے اور تمہارے چچا اور ڈیڈ بھی ایک نہ

...ان کے چلتے تمہیں اپنا نقصان کرنے کی ضرورت ہے۔ پیرنٹس راضی نہیں ہوئے تو کورٹ میرج۔''

''افہام! دماغ خراب ہوگیا ہے تیرا؟ میں ایسا کرنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔'' وہ بے یقینی سے افہام الحق کو دیکھ رہے تھے' اس سے انھیں ایسی بات کی ہرگز امید نہ تھی۔

''کیوں' نہیں سوچ سکتا۔ زندگی تیری ہے' فیصلے بھی تیرے من چاہے' ہونے چاہیے۔ اور ...بتا' کر... کچھ سالوں بعد دونوں بھائی پھر سے ایک ہوگئے اور اب تک آفرین کی کہیں اور شادی ہوگئی' تو ' تو کیا کرے گا؟ ملنے والے تو مل جائیں گے' لیکن تم لوگ کبھی نہ مل سکو گے۔'' وہ گہری سنجیدگی سے بول رہا تھا' کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے دوست سے اس کی محبت بچھڑ جائے' وہ ہی تو اس کی بے تابیوں اور محبت کے ایک ایک پل کا شریک کار تھا۔

''میں چاہتا ہوں کہ سب کچھ پہلے جیسا ہوجائے' اس لئے نہیں کہ اس طرح میری شادی آفرین سے ہوجائے گی' مجھے تو دو بھائیوں کی آپسی نفرت کے ختم ہونے کا انتظار ہے آفرین سے کورٹ میرج نہیں۔''

''نہیں' تو نہیں سہی' کل کا جاتا آج چلا جا۔'' وہ [ہنس]تا ہوا تھا جبکہ ان کا دھیان موبائل پر ہوتی ٹون کی جانب چلا گیا تھا۔ یہ ٹون اس نے آفرین کی کال کے لئے مخصوص کی ہوئی تھی۔

''ہیلو آفرین!'' وہ بڑی بے تابی سے بولے تھے۔

''صاحب جی! میں نصیراں بول رہی ہوں۔'' آگے سے بات کاٹی گئی تھی۔

''نصیراں! خیر تو ہے یہ آفرین کہاں ہے؟''

''صاحب جی! وہ آفرین بی بی کی طبیعت خراب ہے' جی آپ......''

...یں ... آ رہا ہوں۔'' بات پوری سنے بغیر کہا تھا اور لائن ڈسکنیکٹ کر کے گاڑی کی چابی اٹھائی تھی۔

''افہام! میں تجھ سے بعد میں بات کرتا ہوں۔ آفرین کی طبیعت خراب ہے اور کل میں اس کے گھر جا رہا ہوں۔'' وہ اسے بولنے کا موقع دیئے بغیر باہر نکل گئے تھے۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے' آفرین کے فیملی ڈاکٹر کو فون کیا تھا اور آگے پیچھے ''الزماں ہاؤس'' میں داخل ہوئے تھے۔ پہلے ربیط الزماں پہنچے تھے' اور بیڈ پر بے سدھ لیٹی آفرین کو دیکھ کر ان کے دل کو رنج ہوا تھا۔ اس کی رنگت بھی کافی زرد ہو رہی تھی۔

''نصیراں! باقی گھر والے کہاں ہیں؟'' ڈاکٹر کو چھوڑ کر آنے کے بعد پوچھا تھا۔

''شمین' بی بی رات کو ہی لاہور گئی ہیں' اور بڑے صاحب اور بیگم صاحبہ' بتا کر نہیں گئے۔'' ملازمہ نے انہیں بتایا تھا' آفرین کو آنکھیں کھولتے دیکھ کر انھوں نے ملازمہ کو سوپ لانے کو کہا تھا اور اس کے جاتے ہی وہ اس تک چلے آئے تھے۔

''آفرین! تم نے اپنی یہ کیا حالت بنائی ہوئی ہے؟'' اس کے زرد چہرے کو نگاہ کے حصار میں لیتے ہوئے استفسار کیا تھا۔

''ربیط! آپ کچھ کرتے کیوں نہیں ہیں' پپا' میری شادی عامر سے کردیں گے۔ اور میں' میں مر جاؤں گی۔'' وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی تھی۔ وہ کچھ لمحے اسے دیکھتے رہے اور پھر فیصلہ کرتے اٹھے تھے اور اس کی وارڈ روب کھولی تھی' جو ہاتھ لگا وہ سوٹ باہر نکالا تھا اور اس کے سامنے آ کر رکے تھے۔

''آفرین! اٹھو اور فریش ہو کر آؤ' ہم اسی وقت جا رہے ہیں۔''

''لیکن کہاں ربیط؟'' اس نے آنسو پونچھے

تھے۔

''سب بتادوں گا' تم جلدی سے چینج کرلو۔'' بخار کی شدت کی وجہ سے اور رات سے کچھ نہیں کھایا تھا اس لئے بھی اسے نقاہت سی فیل ہو رہی تھی تبھی ملازمہ سوپ لئے چلی آئی تھی۔ ربیط الزماں نے اسے سوپ پی کر فریش ہونے کا کہا تھا اور اس کے روم سے نکل گیا تھا۔

''ربیط! مجھے بتائیں تو سہی کہ ہم جا کہاں رہے ہیں؟'' وہ ڈرائیو کرتے ربیط الزماں سے پوچھ رہی تھی۔

''ہم کورٹ جا رہے ہیں۔'' گاڑی تیزی سے رواں دواں تھی اور وہ بے یقینی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

''ربیط! واپس چلیں' ہم ایسا کچھ نہیں کرسکتے' جس سے ہمارے پیرنٹس کو دکھ پہنچے یا ان کی عزت پر کچھ حرف آئے۔''

''آفرین! ہمیں دکھ دیتے' ہمارے پیرنٹس نے نہیں سوچا۔ اس لئے میں بھی کسی کے بھی بارے میں کچھ بھی نہیں سوچنا چاہتا' زندگی ہماری ہے فیصلہ بھی ہمارا ہوگا۔ اور یہ اقدام اٹھانے پر' ہمارے پیرنٹس نے ہی ہمیں مجبور کیا ہے۔ وہ ہماری بات مان لیتے تو ہم ایسا کبھی نہیں کرتے' لیکن' اب اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں۔''

''بات منوانے کا یہ غلط طریقہ ہے ربیط! اور بعد میں آپ کا ساتھ ہرگز نہیں دوں گی۔'' اس کے صاف انکار پر گاڑی جھٹکے سے روک دی گئی تھی۔

''ٹھیک ہے' پھر جس طرح یہ انگوٹھی پہنی ہے' کسی دوسرے کے نام کا سرخ جوڑا بھی پہن لینا'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر قدرے غصہ سے بولے تھے۔

''ربیط! میں کسی اور سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔''

''اس انگوٹھی کو کیا کہو گی' آفرین؟ مجھ سے محبت کے بندھن میں بندھے ہونے کے باوجود تم نے ایک نیا بندھن لیا اور پھر بھی کہتی ہو کہ تم کسی اور سے شادی نہیں کرنا چاہتیں۔'' اس نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا' انہیں اس کی انگلی میں وہ انگوٹھی بالکل اچھی نہیں لگی تھی۔ ''میں بہت مجبور ہوگئی تھی' ربیط! پپا' نے انکار کرنے کی مجھے مہلت نہیں دی۔'' وہ اب رو رہی تھی۔

''اسی لئے تو میں چاہتا ہوں کہ ہم کورٹ میرج کرلیں۔ کیونکہ مجبوری میں ابھی منگنی ہوئی ہے' کل کو شادی بھی ہو جائے گی۔

''آپ نے ٹھیک کہا ہم سب کچھ کرسکتے ہیں اور ہم اپنے پیرنٹس کو راضی......''

''تمہیں کیا لگتا ہے' میں نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی۔ مما اور ڈیڈ کو میں نے کتنا سمجھایا ہے' لیکن و انکل' کا نام بھی سننا نہیں چاہتے تمہاری منگنی کو سن کر' میں ...نے یو۔کے جانے کا سوچا تھا' مگر آج تمہیں دیکھ کر کھونے کا حوصلہ جتنا جمع کیا تھا وہ سب ڈھے گیا۔ اور آفرین! ہمارے کورٹ میرج کرنے سے کچھ غلط نہیں ہوگا۔ اور ہم کونسا سب سے چھپائیں گے' کورٹ سے سیدھا اپنے پیرنٹس کے پاس جائیں گے۔ اور' یار' یہ نفرت جو کچھ ماہ میں' ان کے دلوں میں بھر گئی ہے' وہ سب ختم ہو جائے گی' بالفرض' تمہارے یا میرے پیرنٹس نے ہماری شادی ایکسپٹ کرنے سے انکار کیا تو' ہم گھر چھوڑ دیں گے' اور مجھے یقین ہے' د' اس طرح ضرور راضی ہو جائیں گے' کیونکہ ڈیڈ اور انکل کتنا ہی ایک دوسرے سے نفرت کا مظاہرہ کریں' ان کے دلوں میں محبت اب بھی موجود ہے۔ اور آپسی دوری کے بعد اولاد کی دوری برداشت نہ کر پائیں گے۔'' وہ بڑے یقین سے کہہ رہے تھے۔

''ربیط! آپ کی بات اپنی جگہ صحیح ہے۔ لیکن کورٹ میرج......''

''میرے ہوتے ہوئے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم سے محبت کی ہے' میں نے' اور تم پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ مجھ پر اعتبار کرو' میں سب کچھ ٹھیک کردوں گا' ڈیڈ اور انکل کو سمجھانے کا کام بھی صرف میرا ہے۔ تم بس اپنا ساتھ مجھے سونپ دو۔'' انہوں نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا تھا۔ وہ ہچکچاہٹ کا شکار تھی اور اسے الجھن میں دیکھ کر وہ مسکرا دیئے تھے۔

''میں تمہارے فیصلے کا احترام کروں گا' آفرین! تم نے آج ساتھ نہ دینے کا سوچ لیا ہے تو ٹھیک ہے۔ میں ڈیڈ سے ایک بار پھر بات کروں گا اور وہ راضی نہ ہوئے تو میں یو کے چلا جاؤں گا اور تم عامر' سے شادی......'' اس نے اپنا ہاتھ ان کے لبوں پر رکھ دیا تھا۔

''ربیط! ہمارے پیرنٹس مان تو جائیں گے۔'' انہوں نے انگوٹھی اتار کر اس کے پرس میں ڈال دی تھی۔ ''انشاء اللہ'' اتنا کہہ کر انہوں نے گاڑی اسٹارٹ کردی تھی۔

......☆......☆......☆......

''آپی! حوصلہ رکھو' انکل بالکل ٹھیک ہیں۔'' انہوں نے روتی ہوئی آفرین کو حوصلہ دینا چاہتا تھا' انسان اکثر سوچتا کچھ ہے اور ہوتا اس کے بالکل الٹ ہے' وہ کورٹ سے گھر جانے کے لئے نکلے ہی تھے کہ ایک بری خبر ان کا استقبال کرنے کو موجود تھی' قمر الزماں کافی زیادہ انجرڈ ہوگئے تھے۔ جب سے آفرین کا رو رو کر برا حال تھا' ربیط الزماں نے اپنے پیرنٹس کو ایکسیڈنٹ کی اطلاع کردی تھی۔ مگر وہ لوگ ۸ گھنٹے گزر جانے کے باوجود نہ آئے تھے۔ ''ربیط! آپ تو کہتے تھے کہ انکل اور پپا کی نفرت اوپری اوپری سی ہے۔ لیکن دیکھیے' انکل تو' پپا' کے ایکسیڈنٹ کا سن کر بھی نہیں آئے۔'' وہ ان سے شکوہ کر رہی تھی۔

''مجھے بھی بہت افسوس ہے' ڈیڈ اس وقت آجاتے تو' ساری دوریاں ہی ختم ہو جاتیں۔'' انہیں باپ کے عمل سے حقیقتاً رنج پہنچا تھا۔

''ربیط! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ جو اسٹیپ ہم نے لیا ہے۔ وہ درست نہیں ہے۔ ہمارے رشتے کو کوئی قبول نہیں کرے گا۔''

''مجھے فرق نہیں پڑتا' آفرین! ہم نے اچھی اولاد ہونے کا ثبوت دیا' اپنے پیرنٹس کو منانے کی حتی المقدور کوشش کی' وہ مان جاتے تو ہم یہ اسٹیپ یقیناً نہ اٹھاتے۔ اور جو ہونا تھا وہ ہو گیا ہے۔ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم موقع دیکھ کر' ہی اس بات کو ڈکلئیر کریں گے' اور یہ وقت بالکل بھی مناسب نہیں ہے۔ اول تو انکل کی صحت اس قابل نہیں ہے کہ انہیں شاک دیا جائے' دوم انکل اور آنٹی' تو ڈیڈ اور مما کے نہ آنے پر ہی غصے اور دکھ کی لپیٹ میں ہوں گے' اور یہ خبر انہیں یقیناً دکھ دے گی' اس لئے میں ابھی چلتا ہوں۔ تم اپنا اور انکل کا خیال رکھنا' میری ضرورت ہو تو ایک کال کرلینا۔'' وہ گہری سنجیدگی سے اسے ہدایت دے رہے تھے۔

''ہیلو آفرین۔'' آواز پر دونوں نے ہی چونک کر دیکھا تھا۔

''انکل کی اب کیسی طبیعت ہے؟'' بڑی اپنائیت سے استفسار ہوا تھا۔

''جی پپا' اب بالکل ٹھیک ہیں' آپ جا کر ان سے مل لیں۔'' وہ مرے مرے لہجے میں بولی تھی اور انہیں سمجھنے میں دیر نہ لگی تھی کہ وہ کون ہے۔

''میں انکل سے بھی مل لوں گا' پہلے ان کا تعارف تو کراؤ۔'' عامر انہیں دیکھ کر اب آفرین پر نظریں گاڑے کھڑا تھا۔ اور اس کا آفرین کو اس طرح دیکھنا ربیط الزماں کے تن بدن میں آگ لگا گیا تھا۔ اور وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے وہاں سے نکلتے چلے گئے تھے۔ اور وہ مرے مرے قدموں سے اس کے

ساتھ چلتی قمرالزماں کے پاس آئی تھی۔ جبکہ عامر ابھی اس سے باتیں کرنے کے موڈ میں تھا مگر وہ پہلے ہی پریشان تھی اس لئے راہ فرار اختیار کی تھی۔ جاتے جاتے وہ اسے کال کرنے کا کہہ گیا تھا اور وہ سر جھٹکتی قمرالزماں اور مما کو لئے اپنے گھر چلی آئی تھی کیونکہ ان کو ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔

☆......☆......☆

''آفرین! کب سے فون ملا رہا ہوں۔ مستقل انگیج جا رہا تھا' تم کس سے بات کر رہی تھیں؟'' اسے ربیط الزماں کے لہجے میں غصے کی تپش سی محسوس ہوئی تھی۔ ''پلیز...... ربیط! آپ' ہماری شادی ڈکلیئر کیوں نہیں کرتے' میری جان عذاب میں آئی ہوئی ہے۔ کبھی عامر کے گھر والے تو کبھی خود عامر کی فون کال' میں اس سب سے تنگ سی آ گئی ہوں۔ اس سے پہلے میں عامر کی سسٹر سے بات کر رہی تھی اور جب تک یہ منگنی ہے' مجھے ایسا کرنا پڑے گا۔''

''عامر کی سسٹر تک تو ٹھیک ہے۔ مگر عامر سے تمہیں بات کرنے کی ضرورت نہیں۔''

''مجھے بھی اس سے بات کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ آپ ہماری شادی ڈکلیئر کر دو۔''

''کرنا چاہتا ہوں' مگر عین وقت پر کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ پہلے انکل کا ایکسیڈنٹ' اب ممی ڈیڈ کی غیر موجودگی۔''

''انکل آنٹی کہاں گئے ہیں؟''

''عثمان انکل (ربیط الزماں کے ماموں) کے بیٹے کی شادی ہے۔ مما لے جانا تو مجھے بھی چاہتی تھیں۔ مگر میں اتنی جلدی نہیں جانا چاہتا تھا۔ اس لئے مما' ڈیڈ کے ساتھ رات ہی اسلام آباد گئی ہیں۔ آج اشفاق کی مہندی ہے۔ میں پرسوں برات میں چلا جاؤں گا۔ تم سناؤ' انکل کی طبیعت کیسی ہے؟''

''پپا! بالکل ٹھیک ہیں۔ آج ہی سے آفس جانا شروع کیا ہے۔ آپ' آفس میں ہیں یا گھر میں؟''

''اپنے بیڈ روم میں تمہاری تصویر پر نگاہ جمائے تم سے بات کر رہا ہوں۔ دیکھو او آفی' تمہارے مجسم ہونے کے باوجود مجھے تمہاری تصویر کو سامنے رکھنا پڑتا ہے۔ تمہیں دیکھے پورے 4 دن ہو گئے ہیں کافی شاپ میں ملنے ہی آ جاؤ ظالم لڑکی' ہم اب تو تمام حقوق بھی اپنے نام کروا چکے ہیں۔'' ان کا گمبھیر لہجہ آفرین کی دھڑکنیں تیز کر گیا تھا۔

''ملنا تو آپ سے میں بھی چاہتی ہوں' لیکن مما' انہوں نے سختی سے آپ سے ملنے سے منع کیا ہے۔'' وہ دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش میں دھیرے سے بولی تھی۔

''بھئی' آنٹی سے کہہ دینا تھا کہ بے چارے داماد سے اتنی بے رخی بھی اچھی......''

''ربیط! دماغ ٹھیک ہے' آپ کا۔ میں مما' سے یہ کہتی ....'' وہ مزید کچھ ربیط الزماں کے سماعتوں سے ٹکراتے قہقہے سن کر نہ بول سکی تھی۔

''آپ میری بے بسی کا مذاق اڑا رہے ہیں۔'' اس کے لہجے میں نمی سی آمیزش ہوئی تھی۔

''جسٹ جوکنگ' یار! جانتا ہوں' تم آج کل کس دور سے گزر رہی ہو۔ بٹ میرے ہوتے ہوئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈیڈ کے آتے ہی میں ان سے بات کر لوں گا۔'' اس کے لہجے کی گھبراہٹ محسوس کر کے اسے دلاسہ دیا تھا۔ ''ربیط! میں فون رکھتی ہوں' مجھے مما بلا رہی ہیں۔'' وہ لائن کاٹ کر فوراً باہر آ گئی تھی۔

''مما! آپ نے مجھے بلایا۔''

''تمہاری دوست اسمارہ' کا فون ہے۔'' نائمہ اسے کہتیں اپنے روم میں چلی گئی تھیں اور اس نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا تھا۔

''آفرین کی بچی' پورے 2 گھنٹوں سے تمہارے سیل فون پر لڑائی کر رہی تھی۔ تنگ آ کر اب پی ٹی سی ایل پر کال کی ہے۔'' اس کے ہیلو کہتے ہی

اسمارہ نے خفگی سے کہا تھا۔

''سوری یار! تم سناؤ' کیسے یاد کیا؟'' آفرین نے جلدی سے پوچھا تھا۔ ''ہم لوگ اپنے بینگلو' میں شفٹ ہو گئے ہیں۔ کل' میلاد و قرآن خوانی اور چھوٹی موٹی سی گیٹ ٹو گیدر ہے۔ تم نے ضرور آنا ہے۔'' اس نے فون کرنے کا مقصد بتایا تھا۔

''اسمارہ! مجھے اپنا نیو ایڈریس سینڈ کر دینا۔ میں آ جاؤں گی۔'' آفرین نے فوراً حامی بھر لی تھی اور چند ایک ادھر ادھر کی باتوں کے بعد فون رکھ کر اپنے روم میں چلی آئی تھی۔ مغرب کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ وضو کر کے اس نے جائے نماز بچھالی تھی۔ اس نے رب سے گڑگڑا کر سب ٹھیک ہو جانے کی دعا کی تھی۔ اس نے یہ قدم اٹھا تو لیا تھا مگر وہ بہت بے سکون سی تھی ایک انجانا سا خوف اس کے سر پر منڈلاتا رہتا تھا۔

☆......☆......☆

''اسمارہ! مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی کہ تم اپنا ایڈریس سینڈ ہی نہیں کرو گی' لگتا ہے تم مجھے بلانا ہی نہیں چاہتی۔''

''شٹ اپ یار! میسج اس لئے نہیں کیا کہ میں جانتی تھی کہ تم بغیر ایڈریس کے بھی پہنچ جاؤ گی۔''

''یہ بھی تم نے خوب کہی' میں نے کونسا تمہارا گھر دیکھا ہوا ہے۔''

''میرا گھر نہیں' ''ربیط پیلس'' تو دیکھا ہے نا' اس کے سامنے والا ہی بنگلو اب ہمارا ہے۔ فوراً آ جاؤ۔'' وہ لائن کٹ کر کے گاڑی میں بیٹھ گئی تھی اور جس وقت اس کی گاڑی ''ربیط پیلس'' سے کچھ فاصلے پر رکی تھی (کیونکہ وہاں لائن سے کئی گاڑیاں کھڑی تھیں) ایک اور گاڑی کے ٹائر چرچرائے تھے اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ''آفرین! میں نہیں جانتا تھا کہ تم مجھ سے ملنے کو اتنا بے قرار ہو کر گھر چلی آؤ گی۔''

''ربیط! آپ غلط......'' وہ اس کی سنے بغیر کلائی سے تھام کر اسے لئے ''ربیط پیلس'' میں چلا آیا تھا۔ جبکہ وہ کچھ کہنے کی چاہ میں اس کے ساتھ کھنچتی چلی گئی تھی۔

''ربیط! کبھی میری بھی سن لیا کریں۔'' وہ اس پر خفا ہو رہی تھی۔

''ساری زندگی تمہاری ہی سنی ہے۔'' وہ ایک ادا سے بولے تھے۔

''میں جا رہی ہوں۔ میں آپ سے ملنے نہیں آئی تھی۔ میں تو اسمارہ کے گھر میلاد میں آئی ہوں۔'' اس نے کھڑے کھڑے اسے تفصیل بتائی تھی۔

''یعنی کہ ہم فضول میں خوش فہم ہو گئے تھے۔'' ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے اس کے غصیلے انداز پر وہ مسکرائے تھے۔

''آپ' ہو نہیں گئے تھے' آپ سدا سے ہی خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔'' وہ مڑ کر کہتی باہر کی جانب بڑھی تھی۔

''کہاں جا رہی ہو آفی! کسی بہانے سے یہاں تک آ گئی ہو تو کچھ دیر ساتھ بیٹھ کر چائے پیتے ہیں۔''

''ربیط! اس وقت نہیں' پھر کبھی سہی۔ مما' کو پتہ چلا کہ میں یہاں آئی تھی' تو وہ سخت خفا ہوں گی۔ اور آنٹی' کی غیر موجودگی میں میرا یہاں رہنا کچھ ٹھیک بھی نہیں ہے۔'' وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔

''تمہیں' مجھ پر اعتبار نہیں ہے۔ مگر یہ مت بھولو کہ تمام حقوق یہ بندہ اپنے نام تفویض کروا چکا ہے۔'' انھوں نے اسے بازو سے تھام کر خود سے نزدیک کیا تھا جبکہ وہ تو گڑبڑا کر رہ گئی تھی۔

''کیا خیال ہے مسز ربیط الزماں! ایک پیار بھری شرارت......'' وہ اس کے چہرے پر بکھرتے دھنک رنگوں کو دیکھ خاموش ہو گئے تھے۔ مگر اس وقت بولنے کو ان کی نگاہ ہی کافی تھی۔ اور وہ جلدی سے بازو

...قائم کر گئی تھی۔
...کس قدر یاس آفرین معلوم ہوتی ہے
...ہونٹوں کی ہر جنبش نہیں معلوم ہوتی ہے"
...کے چہرے پر کھل کر مسکرائے تھے۔
...کھڑی کیوں ہو یار! اس سے پہلے میں خود
...کیوں تم اسارہ کے گھر چلی جاؤ۔" انھوں
...کے شرمائے گھبرائے روپ سے نگاہ چرائی
...سفید جارجٹ کے پلین سوٹ میں سادگی
...کافی حسین و پرکشش لگ رہی تھی۔ وہ خود کو
...باہر نکلی تھی آدھا لان کراس کیا تھا کہ بارش
...ہو گئی تھی۔ اور گیٹ تک پہنچنے میں وہ اچھی
...بھیگ گئی تھی۔ ربیط الزماں جو کچھ دیر ٹھہر کر اس
...آئے تھے۔ مین گیٹ پر ہی رک گئے تھے
...بارش دیکھ کر اسے روکنے کو آگے بڑھے تھے۔

"نہیں ربیط! بارش اتنی تیز نہیں ہے۔ اور اسارہ ...ہے۔ میں چلی جاتی ہوں۔"

"آفرین! مجھے اچھا نہیں لگے گا کہ تم اس طرح ...کے بھی گھر جاؤ، اس لئے اندر چلو جیسے ...بارش ... جائے چلی جانا۔" وہ اس کے بھیگے ...سے نگاہ چراتے ہدایت دے کر اندر کی جانب ...اور وہ بھی ان کے پیچھے ہی بڑھی تھی مگر ...قدموں سے چلتی جب لاؤنج میں پہنچی ...بھیگ گئی تھی۔

"آفرین! میرے کمرے میں جا کر کپڑے سکھا ...جاؤ گی۔" اسے دیکھے بنا کہتے ہوئے ٹی ...اور وہ سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔ اس کے ...بعد انھوں نے ٹی وی آف کیا تھا۔ شرٹ اتار کر ...واپس بٹن بند کرتے کچن میں آ کر ...لگے تھے۔

...بوندیں میرے دل کو ڈبوئے جائیں
...نہ تو دیر کر آنے میں نہ تو دیر کر

...کو بھیگا بھیگا موسم کافی اٹریکٹ کرتا تھا۔ وہ کھڑکی سے نظر آتے حسین منظر کو نگاہ میں لئے کھڑے تھے۔ چائے کی خوشبو پھیلی تھی اور وہ کپ میں چائے انڈیلتے باہر آ گئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اب تک آ گئی ہوگی۔ لاؤنج میں اسے نہ پا کر وہ سیڑھیاں چڑھتے اب اپنے ہی کمرے کے باہر کھڑے (پہلی دفعہ) دروازہ ناک کر رہے تھے۔ جواب نہ پا کر ہینڈل گھمایا تھا کلک کی آواز کے ساتھ دروازہ کھل گیا تھا۔ روم میں داخل ہو کر نگاہ دوڑائی تھی، آفرین ڈریسنگ روم سے نکل رہی تھی۔ "کتنی دیر لگا دی، مجبوراً مجھے خود ہی چائے لے کر آنا پڑا۔" وہ اسے دیکھ کر مسکرائے تھے جبکہ وہ استری اسٹینڈ پر رکھے اپنے دوپٹہ کو اٹھانے کے لئے بڑھی تھی وہ ستائش بھری نگاہ سے اس کی پشت پر بکھرے آبشار کو دیکھ رہے تھے۔

"لاؤنج میں چلیں، وہیں چائے......" وہ مڑتے ہوئے بولی تھی مگر جیسے انھوں نے کچھ سنا ہی نہیں تھا، دھیرے دھیرے اس کی جانب بڑھے تھے اور وہ ان کی پیش رفت پر دیوار سے جا لگی تھی۔

اپنے احساس سے چھو کر صندل کر دو
کہ میں صدیوں سے ادھورا ہوں مکمل کر دو

اس کی لرزتی پلکوں پر وہ اپنے لب رکھ گئے تھے۔ اور اس کے وجود میں سنسنی سی دوڑ گئی تھی "ربیط"

"کچھ نہ کہو، صرف ان حسین لمحوں کو محسوس کرو۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ مجھے جانا ہے یہ سب ٹھیک نہیں ہے۔" وہ اپنے ہونٹوں پر سے ان کی انگلی ہٹاتی کچھ غصے سے بولی تھی۔

"کیا ٹھیک نہیں ہے یار؟ تم میری منکوحہ ہو اور اگر میں تمہارے ساتھ کچھ کرتا ہوں تو کہاں سے غلط......"

"ربیط! ہم نے ابھی اپنی شادی ڈکلیئر نہیں کی ہے۔ اس لئے ہمیں یہ سب کرنا زیب نہیں دیتا۔"

"آفی! ڈکلیئر کرنے نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، تم میری شرعی بیوی ہو۔ اور یار میں اتنے غضب کے موسم کو برباد نہیں کرنا چاہتا۔" ربیط الزماں تو جیسے اس کی کچھ سننا ہی نہیں چاہتے تھے۔

تم آؤ گے تو تسکین اس دل بیتاب کی ہوگی
ہزاروں گل کھلیں گے چاندنی مہتاب کی ہوگی
وہی لمحہ ہماری محبت بن کر جگمگائے گا
عطا تعبیر جس دم اس سنہرے خواب کی ہوگی

ساون کی برستی بارش ہر ایک چیز کو اپنی گہراہٹ عطا کرتی تھی اور آفرین بھی ان کے پیار کی بارش میں بھیگتی چلی گئی تھی اپنی تمام بند باندھنے کی کوششوں کے باوجود اس کی کمزوری پر وہ اپنے پیار سمیت غالب آتے چلے گئے تھے۔

......☆......☆......☆......

"کہاں سے آ رہی ہو آفرین؟" نائمہ کی آواز پر اس کے قدم تھم سے گئے تھے، جاتے ہوئے بتا کر تو گئی تھی کہ میں اسارہ کی طرف......"

"آفرین! کب سے جھوٹ بولنے لگی ہو؟" وہ پہلے الجھن اور پھر خوف کا شکار ہو گئی تھی۔ جبکہ وہ بڑی گہری نظروں سے بیٹی کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"مما! میں جھوٹ......" گڑبڑا کر وضاحت دینے کی کوشش کی تھی۔

"ربیط! سے مل کر آ رہی ہو، ہمارے منع کرنے کے باوجود اور جھوٹ کا سہارا لے رہی ہو۔ ایک دفعہ کی بات سمجھ نہیں آتی کہ اب ان لوگوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تمہاری منگنی عامر سے ......"

"مما! میں نے صرف ربیط سے محبت کی ہے اور شادی ......"

"شادی تو تمہاری عامر سے ہی ہوگی اور بہت جلد ہوگی اسی ماہ کی کوئی ڈیٹ فائنل کرنا پڑے گی تاکہ تمہاری منہ زوری کو لگام ڈالی جا سکے، جس نے تمہارے بیمار باپ کو پوچھا تک نہیں تم کیسے ان کے پاس بھاگ بھاگ کر جاتی ہو۔"

"مما! آپ نے پاپا کو نبھانے کے بجائے انکل اور ان کے جھگڑے کو طول ......"

"بکواس بند کرکے اپنے کمرے میں جاؤ۔" وہ ان کے ڈپٹنے پر اپنے روم میں آ گئی تھی۔ سیل فون مستقل بج رہا تھا مگر وہ اٹھانا ہی نہیں چاہتی تھی کچھ دیر خود کو غلط تو کبھی صحیح ٹھہراتی نیند کی وادی میں اتر گئی تھی۔

......☆......☆......☆......

"آفرین۔"

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" وہ ربیط الزماں کو یونیورسٹی میں اپنے ڈیپارٹمنٹ کے سامنے دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی۔

"یہاں آنے پر مجھے تم نے مجبور کیا ہے۔"

"آپ پلیز، گاڑی میں جا کر بیٹھئے میں آتی ہوں۔" وہ ادھر ادھر نگاہ گھماتی بولی تھی۔ اسٹوڈنٹ آ جا رہے تھے مگر کسی کی ان پر توجہ نہیں تھی۔ وہ مرے مرے قدموں سے پارکنگ ایریا میں آئی تھی۔ دور ہی سے اسے ربیط الزماں اپنی بلیک کرولا سے ٹیک لگائے کھڑے دکھائی دے گئے تھے۔

"آپ کو! یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔"

"مس آفرین! تو یہ وجہ تھی۔ مجھے نظر انداز کرنے کی۔" آواز پر اس نے گردن گھمائی تھی عامر خشمگیں نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ عامر یہاں اپنے دوست سے ملنے آیا تھا اور جب اس نے آفرین کو آتے دیکھا تو وہ اس کی جانب بڑھا تھا مگر اس کے پہنچنے تک وہ ربیط الزماں تک پہنچ گئی تھی۔

"عامر......"

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم میں انٹرسٹ تو مجھ پہلے بھی نہ تھا کیونکہ میں کسی اور کو پسند کرتا ہوں۔ اور اب تو یہ رشتہ ختم ہی سمجھو۔" وہ ہونق بنی آفرین کو نظر انداز کرتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں

حیرانی فاصلہ قائم کر گئی تھی۔

"محبت کس قدر یاس آفرین معلوم ہوتی ہے
تیرے ہونٹوں کی ہر جنبش نہیں معلوم ہوتی ہے"

وہ اس کے گریز پر کھل کر مسکرائے تھے۔

"اب کھڑی کیوں ہو یار! اس سے پہلے میں خود پر قابو نہ رکھ سکوں تم اسمارہ کے گھر چلی جاؤ۔" انھوں نے اس کے شرمائے گھبرائے روپ سے نگاہ چرائی تھی۔ وہ سفید جارجٹ کے پلین سوٹ میں سادگی میں بھی کافی حسین و پرکشش لگ رہی تھی۔ وہ خود کو سنبھالتی باہر نکلی تھی آدھا لان کراس کیا تھا کہ بارش شروع ہو گئی تھی۔ اور گیٹ تک پہنچنے میں وہ اچھی خاصی بھیگ گئی تھی۔ ربیط الزماں جو کچھ دیر ٹھہر کر اس کے پیچھے آئے تھے۔ مین گیٹ پر ہی رک گئے تھے برستی بارش دیکھ کر اسے روکنے کو آگے بڑھے تھے۔

"نہیں ربیط! بارش اتنی تیز نہیں ہے۔ اور اسمارہ کا گھر کونسا دور ہے۔ میں چلی جاتی ہوں۔"

"آفرین! مجھے اچھا نہیں لگے گا کہ تم اس طرح بھیگی ہوئی کسی کے بھی گھر جاؤ' اس لئے اندر چلو' جیسے ہی بارش رک جائے چلی جانا۔" وہ اس کے بھیگے سراپے سے نگاہ چراتے ہدایت دے کر اندر کی جانب بڑھ گئے تھے اور وہ بھی ان کے پیچھے ہی بڑھی تھی مگر مرے مرے قدموں سے چلتی جب لاؤنج میں پہنچی تھی کافی زیادہ بھیگ گئی تھی۔

"آفرین! میرے کمرے میں جا کر کپڑے سکھا لو ورنہ بیمار پڑ جاؤ گی۔" اسے دیکھے بنا کہتے ہوئے ٹی وی کھول لیا تھا اور وہ سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔ اس کے جانے بعد انھوں ٹی وی آف کیا تھا۔ شرٹ اتار کر جھاڑی تھی۔ واپس بٹن بند کرتے کچن میں آ کر چائے بنانے لگے تھے۔

بارش کی چند بوندیں میرے دل کو ڈبوئے جائیں
آنے میں نہ تو دیر کر آنے میں نہ تو دیر کر

ربیط الزماں کو بھیگا بھیگا موسم کافی اٹریکٹ کرتا تھا۔ وہ کھڑکی سے نظر آتے حسین منظر کو نگاہ میں لئے کھڑے تھے۔ چائے کی خوشبو پھیلی تھی اور وہ کپ میں چائے انڈیلتے باہر آ گئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اب تک آ گئی ہوگی۔ لاؤنج میں اسے نہ پا کر وہ سیڑھیاں چڑھتے اب اپنے ہی کمرے کے باہر کھڑے (پہلی دفعہ) دروازہ ناک کر رہے تھے۔ جواب نہ پا کر ہینڈل گھمایا تھا کلک کی آواز کے ساتھ دروازہ کھل گیا تھا۔ روم میں داخل ہو کر نگاہ دوڑائی تھی' آفرین ڈریسنگ روم سے نکل رہی تھی۔ "کتنی دیر لگا دی' مجبوراً مجھے خود ہی چائے لے کر آنا پڑا۔" وہ اسے دیکھ کر مسکرائے تھے جبکہ وہ استری اسٹینڈ پر رکھے اپنے دوپٹہ کو اٹھانے کے لئے بڑھی تھی وہ ستائش بھری نگاہ سے اس کی پشت پر بکھرے آبشار کو دیکھ رہے تھے۔

"لاؤنج میں چلیں' وہیں چائے......" وہ مڑتے ہوئے بولی تھی مگر جیسے انھوں نے کچھ سنا ہی نہیں تھا' دھیرے دھیرے اس کی جانب بڑھے تھے اور وہ ان کی پیش رفت پر دیوار سے جا لگی تھی۔

اپنے احساس سے چھو کر صندل کر دو
کہ میں صدیوں سے ادھورا ہوں مکمل کر دو

اس کی لرزتی پلکوں پر وہ اپنے لب رکھ گئے تھے۔ اور اس کے وجود میں سنسنی سی دوڑ گئی تھی "ربیط"

"کچھ نہ کہو' صرف ان حسین لمحوں کو محسوس کرو۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ مجھے جانا ہے یہ سب ٹھیک نہیں ہے۔" وہ اپنے ہونٹوں پر سے ان کی انگلی ہٹاتی کچھ غصے سے بولی تھی۔

"کیا ٹھیک نہیں ہے یار؟ تم میری منکوحہ ہو اور اگر میں تمہارے ساتھ کچھ کرتا ہوں تو کہاں سے غلط......"

"ربیط! ہم نے ابھی اپنی شادی ڈکلیئر نہیں کی ہے۔ اس لئے ہمیں یہ سب کرنا زیب نہیں دیتا۔"

"آنی! ڈکلیئر کرنے نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا' تم میری شرعی بیوی ہو۔ اور یار! میں اتنے غضب کے موسم کو برباد نہیں کرنا چاہتا۔" ربیط الزماں تو جیسے اس کی کچھ سننا ہی نہیں چاہتے تھے۔

تم آؤ گے تو تسکین اس دل بیتاب کی ہوگی
ہزاروں گل کھلیں گے چاندنی مہتاب کی ہوگی
وہی لمحہ ہماری محبت بن کر جگمگائے گا
عطا تعبیر جس دم اس سنہرے خواب کی ہوگی

ساون کی برستی بارش ہر ایک چیز کو اپنی گھبراہٹ عطا کرتی تھی اور آفرین بھی ان کے پیار کی بارش میں بھیگتی چلی گئی تھی اپنی تمام بند باندھنے کی کوششوں کے باوجود اس کی کمزوری پر وہ اپنے پیار سمیت غالب آتے چلے گئے تھے۔

.....☆.....☆.....☆.....

"کہاں سے آ رہی ہو آفرین؟" نائمہ کی آواز پر اس کے قدم تھم سے گئے تھے" جاتے ہوئے بتا کر تو گئی تھی کہ میں اسمارہ کی طرف......"

"آفرین! کب سے جھوٹ بولنے لگی ہو؟" وہ پہلے الجھن اور پھر خوف کا شکار ہو گئی تھی۔ جبکہ وہ بڑی ٹھہری نظروں سے بیٹی کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"مما! میں جھوٹ......" گڑبڑا کر وضاحت دینے کی کوشش کی تھی۔

"ربیط! سے مل کر آ رہی ہو' ہمارے منع کرنے کے باوجود اور جھوٹ کا سہارا لے رہی ہو۔ ایک دفعہ کی بات سمجھ نہیں آتی کہ اب ان لوگوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تمہاری منگنی عامر سے......"

"مما! میں نے صرف ربیط' سے محبت کی ہے اور شادی......"

"شادی تو تمہاری' عامر سے ہی ہوگی اور بہت جلد ہوگی اسی ماہ کی کوئی ڈیٹ فائنل کرنا پڑے گی تا کہ تمہاری منہ زوری کو لگام ڈالی جا سکے' جس نے تمہارے بیمار باپ کو پوچھا تک نہیں تم کیسے ان کے پاس بھاگ کر جاتی ہو۔"

"مما! آپ نے پپا کو سمجھانے کے بجائے انکل اوران کے جھگڑے کو طول......"

"بکواس بند کرکے' اپنے کمرے میں جاؤ۔" وہ ان کے ڈپٹنے پر اپنے روم میں آ گئی تھی۔ سیل فون مستقل بج رہا تھا مگر وہ اٹھانا ہی نہیں چاہتی تھی۔ کچھ دیر خود کو غلط تو کبھی صحیح ٹھہراتی نیند کی وادی میں اتر گئی تھی۔

.....☆.....☆.....☆.....

"آفرین۔"

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" وہ ربیط الزماں کو یونیورسٹی میں اپنے ڈیپارٹمنٹ کے سامنے دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی۔

"یہاں آنے پر مجھے تم نے مجبور کیا ہے۔"

"آپ پلیز' گاڑی میں جا کر بیٹھئے میں آتی ہوں۔" وہ ادھر ادھر نگاہ گھماتی بولی تھی۔ اسٹوڈنٹ آ جا رہے تھے' مگر کسی کی ان پر توجہ نہیں تھی۔ وہ مرے مرے قدموں سے پارکنگ ایریا میں آئی تھی۔ دور ہی سے اسے ربیط الزماں اپنی بلیک کرولا سے ٹیک لگائے کھڑے دکھائی دے گئے تھے۔

"آپ کو! یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔"

"مس آفرین! تو یہ وجہ تھی۔ مجھے نظر انداز کرنے کی۔" آواز پر اس نے گردن گھمائی تھی عامر خشمگیں نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ عامر یہاں اپنے دوست سے ملنے آیا تھا اور جب اس نے آفرین کو آتے دیکھا تو وہ اس کی جانب بڑھا تھا مگر اس کے پہنچنے تک وہ ربیط الزماں تک پہنچ گئی تھی۔

"عامر......"

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم میں انٹرسٹ تو مجھ پہلے بھی نہ تھا کیونکہ میں کسی اور کو پسند کرتا ہوں۔ اور اب تو یہ رشتہ ختم ہی سمجھو۔" وہ ہونق بنی آفرین کو نظر انداز کرتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں

سے نکلتا چلا گیا تھا۔

''آفرین۔'' اسے آنسو بہاتے دیکھ کر ربیط الزماں نے اس کا بازو تھا ما تھا اور وہ بری طرح چیخ کر رہ گئی تھی۔

''ربیط! اور کتنا رسوا کرنا چاہتے ہیں؟'' وہ ان کا ہاتھ جھٹکتی انھیں حیران کر گئی تھی۔ ''تمھیں عامر کے اس طرح جانے کا ملال......''

''ہمیشہ آپ الٹا ہی کیوں سوچتے ہیں؟'' اس کی بھیگی پلکیں ان کا دل دھڑکا گئی تھیں۔ ''گاڑی میں بیٹھو۔'' وہ حکم کی تعمیل کرنا تو نہیں چاہتی تھی مگر جانتی تھی وہ ایسے ٹلیں گے نہیں اس لئے کھلے فرنٹ ڈور سے سوں سوں کرتی بیٹھ گئی تھی۔ گاڑی انھوں نے کچھ دور جا کر کچھ پرسکون سی جگہ پر روک دی تھی۔

''آفرین! اس شام کی سحر انگیزی پر تم شرمندہ ہو؟'' وہ کافی دیر بعد بغور اس کے آنسوؤں سے تر چہرے کو دیکھ کر پوچھ بیٹھے تھے جبکہ وہ رونا بھول کر انہیں دیکھنے لگی تھی' ان کے چہرے پر سنجیدگی کی گہری چھاپ تھی۔

''میں شرمندہ نہیں ہوں' ربیط! لیکن......''

''لیکن کیا آفرین؟ میں تمہارے گریز کو کیا نام دوں؟ میں نے کتنی ہی کالز کی گھر پر آیا آنٹی' نے بے عزت کر کے بھگا دیا' تمہاری محبت میں آنٹی' کا برا رویہ اور تلخ باتیں سہہ گیا اور آج یونیورسٹی چلا آیا تم مجھ سے بھاگ کیوں رہی ہو؟ ہم نے کچھ غلط......''

''میں کب کہہ رہی ہو کہ ہم نے کچھ غلط کیا ہے۔ مگر قبل از وقت تو ہے۔ ہمارے پیرنٹس ہمارے رشتے سے لاعلم ہیں اور اگر انھوں نے ہمارے رشتے کو ایکسپٹ کرنے سے انکار کر دیا تو ہم کیا کریں گے؟'' وہ انگلیاں مروڑتی سخت الجھن میں تھی۔

''آفرین! میں نے تمہارے ساتھ محض وقت گزاری نہیں کی ہے۔ تم سے محبت کی اور تم سے ایک شرعی رشتہ قائم کیا ہے۔ اور مجھے کسی قسم کی شرمندگی یا خوف نہیں ہے اور جہاں تک تمہارے ڈر کا تعلق ہے۔ اس کے خاتمہ کا میں نے مکمل انتظام کر لیا ہے۔'' وہ اسے دیکھنے لگی تھی۔

''میں نے تمہارے اور اپنے پیرنٹس کو دادا جان کے فارم ہاؤس پر بلایا ہے' جہاں میں ان کی باہمی ناراضی کے خاتمے کے بعد تم سے کورٹ میرج کی بابت بتاؤں گا۔''

''لیکن' آپ یہ سب کریں گے کیسے؟''

''آفی! یہ مجھ پر چھوڑ دو' کیونکہ انکل اور ڈیڈ کی ناچاقی کا سبب میں جان گیا ہوں جس کا آج پردہ چاک ہو جائے گا۔'' انھوں نے اس کے آنسو ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ چن لئے تھے۔

''میں تمہارے گریز کو اچھی طرح سے سمجھ گیا تھا' مجھے معلوم تھا کہ تم شرمندہ نہیں ہوگی' کیونکہ محبت کبھی شرمندگی کے پیرہن میں لپٹی ہوئی نہیں ہوتی' وہ میری محبت کی بے اختیاری تھی۔ اور یار! تمہارے قرب کے بعد دن میں نے کیسے گزارے ہیں۔ بتا نہیں سکتا۔'' یکدم ہی ان کے لہجے کی ٹون بدل گئی تھی۔ وہ اس پر جھکے تھے اور وہ دور ہوئی تھی۔

''ہم فارم ہاؤس جا رہے تھے۔'' اس کے جلدی سے کہنے پر انھوں نے زبردست قہقہہ لگایا تھا اور وہ جھنیپ گئی تھی۔

''کیا یاد کرو گی مسز آفرین ربیط الزماں! کہ ہم سب کو اپنی شادی کا بتانے جا رہے ہیں' پیچھے پڑے بریف کیس میں ہمارا نکاح نامہ ہے' اور تمہاری آنکھوں میں جس کا ثبوت اس شام کی صورت ٹھہرا ہے۔ جب ہم دو سے ایک......''

''سامنے دیکھ کر ڈرائیو کریں' مجھے ابھی مرنا نہیں ہے۔'' وہ کھل کر مسکرائے تھے جبکہ وہ نگاہ نیچی کئے بیٹھی تھی۔

''تم نے تو واقعی ابھی مرنا نہیں ہے' یہ اور بات ہے کہ ہم تو آپ کو دیکھ کر ہی مر مٹے تھے۔'' وہ بڑی مہارت سے ڈرائیو کرتے شرارت سے اسے دیکھتے ہوئے جا رہے تھے۔

''زندگی کا کیا بھروسہ' ہو سکتا ہے کہ میں..''

''تمہاری عمر بہت لمبی ہے یار! میرے دو جڑواں بچوں کو دنیا میں لائے بغیر تم نہیں جا سکتیں۔''

''ربیط......'' وہ اتنا ہی کہہ سکی تھی اور انھوں نے زندگی سے بھرپور قہقہہ لگایا تھا۔ یہ جانے بغیر زندگی بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔ وہ مین شاہراہ فیصل سے گزر رہے تھے۔ ٹریفک بڑی تیزی سے رواں دواں تھا کہ یکدم دھماکے کی آواز فضا میں گونجی تھی ایک کے بعد ایک لگاتار 3 دھماکوں کی آواز کے ساتھ آہوں کراہوں کی آواز شامل ہو تیں فضا کو کافی خوفناک بنا گئی تھیں۔ وہ دونوں جو چھیڑ چھاڑ کرتے منزل کی جانب رواں دواں تھے ان جانی راہ گزر پر تھم گئے تھے۔ وہاں افراتفری کا سا عالم تھا' زخمیوں کو ہسپتال لے جایا جا رہا تھا۔ اور انہی لوگوں میں وہ دو لوگ بھی شامل تھے۔ آفرین نے جیسے ہی آنکھیں کھولی تھیں' عجیب سی افراتفری اس کی نگاہ سے گزر رہی تھی۔ اور وہ اٹھ بیٹھی تھی' کئی چہرے نگاہ کے عین سامنے کھڑے تھے۔ مگر شناسائی کی تحریر کسی ایک چہرے پر بھی درج نہ تھی۔ وہ یونہی گم صم بیٹھی رہتی کہ نرس نے اسے بستر خالی کرنے کو کہا تھا۔ وہ لمحے میں بستر سے اتری تھی اور اس کی جگہ کافی زیادہ جلی ہوئی لڑکی کو لٹا دیا گیا تھا۔ وہاں سے نکلتے ہوئے اسے یاد آیا کہ وہ ربیط الزماں کے ساتھ جا رہی تھی جب دھماکوں کی آواز کان میں پڑی تھی اور ربیط الزماں نے بائیں ہاتھ سے اسٹیرنگ تھاما ہوا تھا اور دائیں ہاتھ سے اڑتی ہوئی لٹ کھینچی تھی۔ شور کی آواز پر اسٹیرنگ بے قابو ہو گیا تھا اور سنبھالتے سنبھالتے بھی بہت دیر ہو گئی تھی۔ آفرین بڑی بے تابی سے وارڈ میں موجود مریضوں کی جانب بڑھی تھی مگر یہ لیڈیز وارڈ تھا۔ اس نے ایک نرس کو روکا تھا۔

''نرس! میرے ساتھ ربیط بھی تھے وہ کہاں ہیں۔''

''بی بی! تم کس کی بات کرتی ہوں یہاں تو بہت سارے لوگ لائے گئے ہیں۔ تم خود ہی شناخت کر لو۔'' وہ عجلت میں کہتی آگے بڑھ گئی وہ باہر نکل آئی تھی۔ دو چار وارڈز میں دیکھنے سے اسے ربیط الزماں تو نہیں ملے تھے البتہ آدھے تو پورے جلے بڑے اور بچے دیکھ کر اس کی حالت بری ہو گئی تھی۔

اس کو وومیٹنگ ہو رہی تھی۔ اور چہرہ سفید ہو رہا تھا۔ وہاں سے گزرتی ڈاکٹر امانہ رحیم اسے دیکھ چونک گئی تھیں۔ اور اس کے پاس آ رکی تھیں۔

''آفرین! تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' اس نے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ اسارہ کی سسٹر کو دیکھ کر وہ اپنا ضبط کھو بیٹھی تھی اور ان کے سینے سے لگی بلکنے لگی تھی۔ ''ریلیکس آفرین!'' وہ اتنا ہی بول سکی تھی کہ آفرین ان کی بانہوں میں جھول گئی تھی۔ وارڈ بوائے کو اسٹریچر لانے کا اشارہ کیا تھا اور اپنے روم میں لانے کا کہتی وہاں سے چلی گئی تھیں۔

ڈاکٹر امانہ رحیم نے اس کا مکمل چیک اپ کیا تھا اور پریشانی سے چیئر پر آ کر بیٹھ گئی تھیں۔ اور وہ بھی ان کے پیچھے ہی آ گئی تھی اور ان کے مستقل دیکھنے پر پریشان ہو گئی تھی۔

''آپ! مجھے ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟''

''آفرین! تمہیں بچپن سے جانتی ہوں' (اسارہ اور وہ 7th کلاس سے فرینڈ تھیں) مجھے کم از کم تم سے ایسی کوئی امید نہیں تھی۔'' وہ بڑے تاسف سے کہتیں اسے الجھن میں ڈال گئی تھیں۔

''امانہ آپی! آپ......''

''لڑکیاں اپنی اور والدین کی عزت کی خود محافظ ہوتی ہیں۔ اور ان کا اٹھایا جانے والا ایک غلط قدم انھیں ذلت کے پاتال میں دھکیل دیتا ہے' وہ خود سر اٹھا کر جی پاتی ہیں نہ کہ ان کے والدین۔''

''امانہ آپی! کیا کہنا چاہتی ہیں میں آپ کی باتیں سمجھی نہیں۔''

''تم پریگننٹ ہو آفرین' انھوں نے گویا دھماکہ کیا تھا۔''

''واٹ؟'' وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے انھیں دیکھ رہی تھی۔

''آفرین! اب چلانے سے کیا حاصل؟'' یہ تو تمہیں پہلے سوچنا چاہیے تھا۔ جب تمہارے پیرنٹس کو پتہ چلے گا تو وہ جیتے جی مرجائیں گے' یہ قبیح فعل انجام دیا تم نے۔''

''امانہ آپی! آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں۔'' وہ قدرے تیز بولی تھی اور وہ چپ ہوکر اسے دیکھنے لگی تھیں۔

''آپ میرے کزن ربیط الزماں کو تو جانتی ہیں۔ ہم نے کورٹ میرج کی تھی اور گھر والوں کو بتانے جارہے تھے کہ ہماری کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا' مجھے ہوش آیا تو میں ربیط کو ڈھونڈ رہی تھی اور جبھی آپ آگئیں۔'' وہ اب سر جھکائے آنسو بہا رہی تھی۔

''اوگاڈ! اس بات کا علم کس کس کو ہے؟''

''صرف ربیط کے فرینڈ کو۔''

''غلطی تو بہرحال تم سے ہوئی ہے آفرین! کیونکہ تمہیں کورٹ میرج کرنا ہی نہیں چاہیے تھی۔ مگر یہ وقت ان باتوں کے لئے مناسب نہیں ہے۔ بار بار مجھے ایمرجنسی سے کال آرہی ہے' تم فون کرکے اپنے گھر والوں کو بلالو' میں ربیط کو دیکھتی ہوں۔ انھیں بھی اسی ہاسپٹل میں لایا گیا ہوگا۔'' وہ سیل فون اسے دیتیں روم سے نکل گئی تھیں۔ آفرین نے گھر کا نمبر ملایا تھا مگر کوئی ریسیو نہیں کررہا تھا۔ پپا کے سیل فون کا نمبر ملایا تھا یہاں بھی ناکامی ہوئی تھی۔ دوچار بار ٹرائی کرنے کے بعد بالآخر ربیط الزماں کے ڈیڈ نے اس کی کال ریسیو کی تھی۔ اس نے روتے ہوئے ایکسیڈنٹ کی خبر دی تھی' اس وقت وہ فارم ہاؤس پر تھے۔ فوراً ہی نکل گئے تھے۔ اور ان کے ساتھ ہی آفرین کے پیرنٹس اور چھوٹی بہن شمین بھی تھی۔ کال کرکے وہ روم سے نکلی تھی راستے میں وہ افہام الحق سے ٹکرا گئی تھی۔ افہام کو ربیط الزماں نے ڈاکٹر کے ذریعے کال کرکے بلوایا تھا۔ وہ دونوں I.C.U میں چلے آئے تھے۔ جہاں ربیط الزماں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے۔

''آنی! مجھے معاف کردینا میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ اور نہ ہی ڈیڈ اور انکل اب تک آسکے ہیں۔ میں اپنے اور تمہارے رشتے کی حقیقت نہیں بتا سکا۔'' ربیط الزماں کی سانس بری طرح اکھڑ رہی تھی۔

''ربیط! آپ کو کچھ نہیں ہوگا' آپ کو اپنی آفرین اور دنیا میں آنے والے اپنے بچے کی خاطر جینا ہوگا۔''

وہ ان کا ہاتھ تھامے روتے ہوئے بولی تھی ان کی مایوس آنکھوں میں چمک سی لہرا گئی تھی مگر یہ چمک وقتی تھی۔

''آنی! تم نے مجھے بہت بڑی خوشخبری سنائی ہے۔ مگر یہ خوشی کی خبر بھی مجھے چند سانسیں عطا نہیں کرسکتی صرف اتنی سی مہلت مل جائے کہ ڈیڈ کو بتا سکوں تم آفرین میری بیوی ہو اور میرے بچے کی ماں۔'' اس کی حالت بگڑنے لگی تھی۔ ڈاکٹر امانہ رحیم فوراً اس پر جھکی تھیں' نرس نے زبردستی آفرین کو I.C.U سے باہر نکالا تھا۔ 3 منٹ بعد ہی نرس افہام الحق کو بلانے آئی تھی۔ آفرین بھی آگے بڑھی تھی مگر نرس نے منع کردیا تھا اور وہ اندر چلا آیا تھا۔

''افہام! میرے پاس وقت نہیں ہے۔ مگر آفرین کے خیال سے میری سانسیں اٹکی ہوئی ہیں۔'' وہ اتنا کہہ کر بری طرح ہانپنے لگا تھا مگر اسے افہام الحق سے بہت کچھ کہنا تھا۔

''میں نے آفرین کو بے حد' بے حساب چاہا ہے۔ اور جب اسے کھونے لگا تو میں نے اس سے نکاح کیا' میری گاڑی میں' بلیک بریف کیس' میں نکاح نامہ ہے۔ تو میرے بعد وہ میرے اور آفرین کے پیرنٹس کو دے دینا۔ کیونکہ وہ میرے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ اور میں' نہیں چاہوں گا کہ کوئی میرے بعد میرے بچے کو گالی دے۔ میری آفرین پر انگلی اٹھائے' اس کے کردار کو نشانہ بنائے' مجھ سے وعدہ کرو افہام! کہ میرے بعد تو میری آفرین کو زمانے سے بچائے گا۔ تو سب کو بتائے گا کہ میں نے آفرین سے نکاح کیا تھا۔''

''ربیط! یہ میرا تجھ سے وعدہ ہے کہ میں آفرین بھابی پر انگلیاں اٹھنے نہ دوں گا۔ میں سب کو سچائی بتاؤں گا۔'' افہام الحق نے مرتے ہوئے دوست کا ہاتھ تھام کر وعدہ کیا تھا اور جبھی I.C.U کا دروازہ کھلا تھا۔ ربیط الزماں اور آفرین کے پیرنٹس آگے پیچھے داخل ہوئے تھے۔ مگر بہت دیر ہو چکی تھی۔ ربیط الزماں دوست کے وعدہ پر مطمئن ہوکر آنکھیں موند گئے تھے۔

☆......☆......☆......

''شمین! تم سمجھ نہیں......''

''کیا سمجھوں میں' اور کیا سمجھانا چاہتے ہو تم مجھے؟'' 4 سال کم نہیں ہوتے۔ اور ان چار سالوں میں' میں نے تم سے کتنے ہی عہد و پیماں باندھے تھے۔ اور آج تمہیں کسی ایک وعدے کا بھی پاس نہیں ہے۔ کتنے آرام سے کہہ دیا کہ تم مجھ سے شادی نہیں کرسکتے۔ تو پھر 4 سالوں سے سہانے خواب کیوں دکھاتے رہے؟'' وہ بری طرح اس پر برس رہی تھی' اس کے دل کو کچھ ہونے لگا تھا مگر اسے کمزور نہیں پڑنا تھا۔

''شمین! میں نے تم سے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ میں نے تم سے واقعی محبت کی ہے۔ اور اسی محبت کے مان کے ساتھ ہی تو تم تک آیا مجبوری بتائی۔ مجھے یقین تھا تم سمجھو گی میری مجبوری۔''

''تم اپنی ماں کو راضی کرسکتے تھے۔ مگر تم نے ایسا نہیں کیا' کیونکہ یہ تم مردوں کی فطرت ہوتی ہے۔ کہ تم محبت کی باتیں کسی اور لڑکی سے کرتے ہو اور بیوی کسی اور کو بناتے ہو۔ مگر میں نے تم سے سچی محبت کی' تمہاری چاہ' میں تمہارے پرپوزل کے انتظار میں کتنے ہی رشتے ٹھکرائے۔ تم کہاں مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھنے والے' پیشہ ور انسان' اور کہاں میں بزنس ٹائیکون قمر الزماں کی لاڈلی بیٹی' مگر میں نے اس فرق کو کبھی فرق نہیں سمجھا' دولت کو بنیاد نہیں بنایا' صرف اسی لئے نہ کہ مجھے تم سے محبت تھی' مگر تم وہی مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھنے والے روایتی مرد نکلے' مجھے افسوس رہے گا' کہ میں نے تم جیسے انسان سے محبت کی' اور تم کیا مجھ سے شادی کروگے' مجھے ہی تم سے شادی نہیں کرنی' جو شخص اپنی ماں کے سامنے میرے وجود کو تسلیم نہ کروا سکا وہ میری حفاظت کیسے اور کیونکر کرپائے گا؟ تم مجھے چھوڑنے آئے تھے نا' میں ہی تم کو چھوڑ کر جارہی ہوں۔'' شمین آنسوؤں کو پیچھے دھکیلتی اس کے دھواں دھواں ہوتے چہرے پر الوداعی نگاہ ڈالتی تقریباً بھاگتے ہوئے وہاں سے نکلی تھی۔ اس کے دل نے کہا تھا کہ وہ اسے یوں روتے ہوئے جانے نہ دے۔ مگر آج وہ اپنی محبت کو روک لیتا تو اپنا وعدہ کبھی وفا نہ کرپاتا۔ اس نے دوست سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کی بیوی کی حفاظت کرے گا۔ اس نے بریف کیس ہر جگہ ڈھونڈا تھا مگر اسے نہیں ملا تھا۔ تب اس نے خود آفرین سے شادی کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور اس فیصلے کو لیتے وقت اسے اپنا دل خود ہی کند چھری سے کاٹنا پڑا تھا۔ کیونکہ وہ شمین سے محبت کرتا تھا۔ یہ بات ربیط الزماں کے علم میں تھی۔ مگر وہ اب نہیں تھا۔ اسی لئے اسے یہ سب کرنا پڑ رہا تھا مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا۔ جس لڑکی سے

شادی کرنے کا سوچ رہا ہے وہ اس کی محبت کی بہن ہے۔ ربیط الزماں کو یہ تو پتہ تھا کہ انعام الحق کسی سے محبت کرتا ہے مگر یہ نہیں پتہ تھا کہ وہ لڑکی ثمین ہے۔ انعام الحق نے گھر آ کر ماں سے آفرین کا رشتہ لے جانے کی بات کرتے ہوئے ایک ہی ہفتے میں شادی کرنے کا کہا تھا۔ عالیہ ناز تو بیٹے کی جلد بازی پر حیران ہی رہ گئیں تھیں۔ سب بھی پوچھا تھا مگر اس نے کچھ نہ بتاتے ہوئے اپنی بات دہرائی تھی اور اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

......☆......☆......☆......

"آفرین! تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟ اس لڑکے سے شادی کرو گی جو بھائی صاحب! کے آفس میں ملازم ہے۔" "لڑکی ہوتی ہے تو رشتے بھی آتے ہیں مگر اقرار یا انکار کا حق والدین کے پاس ہی ہوتا ہے۔ انعام الحق کے والدہ سے اس وقت تو کچھ نہ کہا گیا مگر ان کے جاتے ہی انہیں انکار کرنے کی بات ہونے لگی تھی۔ مگر آفرین جو اس رشتے پر حیران تھی کچھ سوچ کر اس کے ہاں کہہ دی تھی۔

"مما! یہ میرا آخری فیصلہ ہے اور آپ نے انعام کی مما کو انکار کیا تو میں زہر کھا لوں گی۔" وہ کہہ کر رکی نہیں تھی جبکہ وہ دونوں میاں بیوی حق دق رہ گئے تھے۔ آفرین بستر پر اوندھی لیٹی مستقل روئے جا رہی تھی۔

"ربیط! آپ کیوں چلے گئے آپ نے تو کہا تھا کہ ہر مشکل گھڑی میں سہارا بنیں گے آج مجھے سب سے زیادہ آپ کی ضرورت ہے۔ آپ کو گئے آج چھٹا دن ہے۔ اور میں اتنی بے بس ہوں کہ کسی کو بتا بھی نہ سکی کہ میں آپ کی بیوی اب آپ کی بیوہ اور نہ ہی آپ کے بچوں کی ماں ہی کہلاؤں گی۔

امانہ آپی! نے مجھ سے کہا تھا کہ اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے تمہیں انعام الحق سے شادی کر لینی چاہئے۔ انعام الحق کا نام انھوں نے اس لئے لیا کہ وہ ہی ہمارے نکاح کے گواہ تھے۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی ربیط! کہ میں ان سے جا کر کہتی کہ ربیط اور میری شادی کا ثبوت وہ نکاح نامہ تو گم ہو چکا ہے۔ اس لئے مجھے بدنامی سے بچانے کے لئے مجھ سے نکاح کر لیں۔ مگر آج انعام الحق کی مما میرا رشتہ لے کر آئی تھیں' آپ نے انعام سے جو وعدہ لیا تھا وہ اسے ہی نباہنا چاہتے ہیں اور میں خود غرض بن کر ان سے شادی کرنے جا رہی ہوں' یہ جانتے ہوئے بھی کہ ثمین انعام سے محبت کرتی ہے۔ اس نے خود ہی تو ایک دن مجھے انعام کی تصویر دکھائی تھی۔ اور ربیط! میں سب جانتے بوجھتے اپنی بہن کی خوشیاں چھینے جا رہی ہوں۔ صرف آپ کی وجہ سے ربیط آپ نے محبت کا واسطہ دے کر مجھے اپنا لیا۔ میں آپ کی پوری طرح بن بھی گئی مگر خدا نے مجھے میرے ماں باپ کی نافرمانی کی کتنی کڑی سزا دی۔ آپ کو چھین لیا' میری پاکدامنی کا ثبوت کھو گیا۔ اور اگر انعام! مجھ سے شادی نہیں کرتے تو سب کچھ ختم ہو جائے گا۔" وہ ربیط الزماں کی تصویر سے روتے ہوئے باتیں اور شکوے شکایت کر رہی تھی۔ دھڑ سے دروازہ کھلا تھا۔ اس کی سوچ کا تسلسل ٹوٹا تھا اور اس نے تصویر تکیے کے نیچے رکھ دی تھی آنسو صاف ہی کر رہی تھی کہ ثمین کی آواز کمرے میں گونجی تھی۔

"واہ آفرین قمر الزماں واہ کیا زبردست طریقے سے تم نے میری محبت کو اپنا سہاگ بنانے کی کوشش کی ہے۔ بلکہ کوشش بھی کہاں' تم تو اس میں کامیاب بھی ہو گئیں۔ وہ انعام الحق' جو کل تک مجھ سے محبت کرتا تھا مجھے ماں کے راضی نہ ہونے کی داستان سنا کر تمہارے لئے رشتہ بھیجا ہے اور تم جسے فوراً ہی قبول بھی کر لیتی ہو۔" ثمین اپنے سے ایک سال بڑی بہن کو بڑی نفرت سے دیکھ رہی تھی۔

"خاموش کیوں ہو آفرین قمر الزماں! باہر تو بڑی زبان چل رہی تھی۔ انعام الحق سے شادی نہ

دن تو زہر کھا لوں گی او ہوں یاد آیا' ایسا ہی تم نے اس وقت بھی کہا تھا۔ جب تمہاری ربیط بھائی سے شادی نہ ہونے کا فیصلہ ہوا تھا اور تم نے کیا زبردست ڈرامہ کھایا تھا عامر لودھی کے نام کی انگوٹھی تمہارے ہاتھ میں جگمگانے لگی تھی۔ پھر کچھ دن بعد تم نے عامر کو چھوڑ کر ربیط بھائی سے محبت کی پینگیں بڑھانی شروع کر دی تھیں۔ ان دو مردوں سے تمہارا دل نہیں بھرا تھا تو تیسرا بھی پھانس لیا' مگر تمہیں انعام الحق ہی ملا تھا؟" آفرین کا دل چاہ رہا تھا کہ آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دے مگر وہ چاہ کر بھی ایسا نہیں کر پائی تھی۔ اور وہ نفرت سے جو منہ میں آ رہا تھا کہے جا رہی تھی اور اس کی ہمت آفرین کی خاموشی کے باعث تقویت پا رہی تھی۔

"آفرین! تم نے جان کر مجھ سے میری محبت چھینی ہے اور تم بھی محبت کے لئے ترسو گی۔ انعام الحق نے جب 4 سالوں کی وفا کا پاس نہیں رکھا تھا تو وہ یہ 4 دن کی محبت کیسے نبھا پائے گا؟ اور میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی' تم نے مجھ سے میری پہلی محبت چھینی ہے مجھے میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی سے محروم کرنے والی میری سگی بہن ہے۔ یہ بات میں کبھی نہیں بھولوں گی۔"

ثمین بہت ہی کھڑی آفرین پر ایک نگاہ نفرت کی ڈالتی تن فن کرتی اس روم سے نکل گئی تھی۔ اور وہ بستر پر گر کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

......☆......☆......☆......

آفرین بھیگی پلکوں سے سجے ہوئے در و دیوار اور سیج کو تک رہی تھی۔ اس نے ماں کے مستقل انکار پر اپنی پریگننسی رپورٹ ماں کو دکھا دی تھی۔ نائمہ تحیر میں لپٹی اس کے روم سے نکل گئی تھیں اور انہی کی وجہ سے ایک ہفتے میں بڑی سادگی سے آفرین اور انعام الحق کا نکاح ہو گیا تھا۔ جبکہ وہ اصولاً ربیط الزماں کی بیوہ تھی اور اسے عدت کرنا چاہئے تھی۔ مگر دنیا کے ڈر سے دنیا میں بسنے والے اللہ کے بندے اللہ کے احکام اور تعلیمات کی نافرمانی کر جاتے ہیں۔ اور جس کی انہیں سزا بھی بھگتنی پڑتی ہے۔ اگر آفرین بھی اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ماں باپ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے چھپ کر ربیط الزماں سے نکاح نہ کرتی تو شاید آج صورتحال مختلف ہوتی۔ اسے پور پور سجایا جاتا اور فخر سے رخصت کیا جاتا مگر یہاں تو اس کی رخصتی میں ماں کی بے بسی بہن کی آہیں اور باپ کی مجبوری لپٹی تھی۔ آفرین میرون لہنگا سنبھالتی نیچے اتری تھی۔ جیولری اتار کر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی تھی اور اور چینج کرنے چلی گئی تھی۔ انعام الحق نے روم میں قدم رکھ کر نگاہ دوڑائی تھی اسے نہ پا کر جلدی جلدی اس نے سجاوٹ کے نقوش مٹائے تھے۔ چادر جھاڑ رہا تھا جب وہ واش روم سے باہر آئی تھی۔ اس نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا مگر وہ اس کی جانب متوجہ نہ تھا۔ "انعام! جو احسان آپ نے میری ذات......"

"یہاں آپ کو کسی قسم کی پریشانی نہیں ہو گی۔ آپ آرام سے رہ سکتی ہیں۔" وہ وارڈ روب میں سے کپڑے نکالتا مصروف سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"میں آپ کی اور ثمین کی مجرم ہوں۔ آپ لوگوں کی محبت میری خود غرضی کی نظر ہو گئی۔"

"پلیز گزری باتیں نہ دہرائیں' کیونکہ انسان کو ملتا وہی ہے جو اس کی قسمت میں لکھا ہوتا ہے۔ میری قسمت میں ثمین نہیں آپ کا ساتھ لکھا تھا۔" اس نے کسی قسم کا احسان جتانے یا اسے شرمندہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اور پوری ایمانداری سے اپنی ذمہ داری نبھا رہا تھا۔ مگر بہن کی خوشیاں چھین لینے کی شرمندگی آفرین کے اندر پروان چڑھ رہی تھی اور وہ اس کے خیال رکھنے پر بھی اپ سیٹ ہو جاتی تھی۔ اسے لگتا تھا کہ وہ یہ سب صرف مجبوری میں اپنا وعدہ پورا کرنے کی وجہ سے کر رہا ہے جبکہ وہ یہ سب

دل سے کر رہا تھا۔ وقت بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ ثمین لاہور نائمہ کی بہن کے گھر چلی گئی تھی۔ اور وہیں کالج میں بھی ایڈمیشن لینے کا ارادہ تھا۔ ثمین اپنی بہن سے ناراض ہو کر گئی تھی، اور آفرین چاہ کر بھی بہن کا دل صاف نہیں کر پائی تھی۔

☆......☆......☆

''افہام! میرے بعد میرے بچوں کا خیال ....''

''آفرین! آپ ایسا کیوں سوچتی ہیں کہ آپ کو کچھ ہو جائے گا۔''

''افہام! مجھے ربیط! بلا رہے ہیں۔ ربیط نے جاتے جاتے میری ذمہ داری آپ کو سونپی تھی اور آپ نے دوست سے کیا وعدہ نبھانے کے لئے.....''

''آفرین! یہ وقت باتوں کا نہیں ہے۔''

''افہام! مجھے کہہ لینے دیجئے میں دل میں بوجھ لے کر نہیں جانا چاہتی۔'' آفرین نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بھیگے لہجے میں کہا تھا۔

''افہام! میں دل سے چاہتی تھی کہ آپ کی شادی ثمین سے ہو جائے۔ مگر میں نے رشتے نہیں مجبوری نبھائی' ثمین مجھ سے بہت بدگمان و ناراض ہے۔ میرے بعد اس سے شادی کر لیجئے گا۔ وہ آپ سے بہت محبت کرتی ہے۔ مجھے آپ سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح آپ نے میرا خیال رکھا مجھے یقین ہے کہ میرے بچوں کا بھی خیال رکھیں گے۔ مگر اپنی ممتا سے مجبور ہو کر آپ سے ریکویسٹ کرتی ہوں کہ میرے بچوں کا خیال رکھیے گا۔ اور زندگی کے کسی موڑ پر انہیں ضرور بتایئے گا کہ ان کے والدین کون تھے۔ اس بات کا بچوں پر ضرور اثر پڑے گا۔ افہام! لیکن ربیط کو بچے بہت پسند تھے۔ اور ایک دفعہ ہی سہی ہمارے بچے ہمیں 'می' 'پاپا' کہیں گے تو ہماری روح کو ضرور تسکین پہنچے گی۔'' اس نے بھیگی پلکیں موند لیں تھیں۔ اسے پرائیوٹ روم سے لیبر روم لے جایا گیا تھا۔ اس کا یقین جیت گیا تھا وہ دو ننھے بچوں کو زندگی دے کر اپنی زندگی ہار گئی تھی۔ ثمین جو ناراض ہو کر چلی گئی تھی بہن کی موت کا سن کر دوڑی چلی آئی تھی اور اس نے باسط اور نشاط کو ایک ماں کی طرح سنبھال لیا تھا (بچوں کے نام آفرین نے آخری وقت ربیط کی پسند سے افہام کو بتا دئے تھے)۔ بچوں کے اچھے اور بہتر مستقبل کا سوچتے ہوئے ثمین اور افہام کی شادی کی بات چلی تھی۔ جسے سنتے ہی ثمین اس شادی سے انکاری ہو گئی تھی۔ اور ایسے میں افہام نے ایک ڈائری (جو آفرین نے افہام سے نکاح کے بعد لکھنا شروع کی تھی)۔ جو اسے آفرین نے ثمین کو دینے کے لئے دی تھی ثمین کو دے دی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس میں کیا ہے مگر ثمین ڈائری پڑھنے کے بعد افہام الحق کی اچھائی اور آفرین و ربیط کی شادی کے بارے میں جان گئی تھی۔

☆......☆......☆

''افہام! میں سوچ رہی تھی کہ ہم باسط' آنٹی (ربیط الزماں کی مما) کو دے دیں۔'' وہ سوئے ہوئے ننھے باسط کو دیکھ کر بولی تھی۔

''جانتی ہوں' یہ مشکل ہے۔ مگر آنٹی! ربیط بھائی کے جانے کے بعد بہت تنہا و اکیلی ہو گئی ہیں۔ انکل جوان بیٹے کو کھونے کے بعد کافی نڈھال و بوڑھے سے ہو گئے ہیں۔ اور افہام! یہ بھی تو حقیقت ہی ہے ناں کہ باسط' نشاط' ان کے پوتا اور پوتی ہیں۔ اور باسط کی شکل میں انہیں ربیط بھائی مل جائیں گے۔ آپ نشاط کو باپ کی شفقت دے کر اپنا وعدہ نبھائیں اور آفرین سے برے رویے کی شرمندگی کا ازالہ میں اس کی بیٹی کو ماں کا پیار دے کر پورا کر لوں گی۔ دینے کو تو ہم نشاط کو بھی دے سکتے ہیں۔ لیکن باسط' ربیط بھائی کا وارث ہے۔ اس لئے میں نے باسط کو دینے کا سوچا ہے۔ اس طرح انکل اور آنٹی کو نیا جیون مل جائے گا۔ اور ضروری نہیں ہے کہ ہم باسط کی حقیقت بتا کر

انہیں دیں' ویسے بھی''

''نہیں ثمین! ہم باسط کو اس کے دادا' دادی کو اس کی حقیقت کے ساتھ دیں گے۔ دنیا' کی نظر میں وہ میرا بیٹا ہے۔ مگر ربیط کے پیرنٹس کو سچائی معلوم ہونی چاہئے۔ یہ سچائی ہی تو انہیں زندگی دے گی۔'' وہ گول مٹول باسط کو اس نے گود میں اٹھا لیا تھا۔ وہ اس بچے سے کافی مانوس ہو گیا تھا۔ اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا اسے کسی کو بھی سونپنے کا اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔ ثمین نے دونوں بچوں کو تیار کیا تھا اور ربیط الزماں کے گھر جانے کے لئے وہ دونوں دل پر پتھر رکھتے ہوئے چلے آئے تھے۔

افہام الحق نے باسط کو ربیط الزماں کی مما کی گود میں دے دیا تھا۔ ''افہام! تمہارے بیٹے کی آنکھیں بالکل میرے ربیط جیسی ہیں۔'' انھوں نے ننھے باسط کی آنکھیں چوم لی تھیں اور ان کی آنکھوں سے ساون کی جھڑی لگ گئی تھی۔

''آنٹی! ربیط کے جیسی نہیں یہ سمجھ لیں کہ ربیط ہی کی آنکھیں ہیں کیونکہ باسط آپ کے بیٹے کا بیٹا ہے۔'' افہام الحق نے دل کڑا کر کے سچائی بتا دی تھی اور وہ دونوں میاں بیوی حیرانگی سے اسے تکنے لگے تھے۔

''افہام! بیٹا بھلا۔ ایسا مذاق بھی کوئی کرتا ہے۔'' منیر الزماں نے ایک نگاہ بیوی کی گود میں موجود بچے پر ڈالتے ہوئے نم لہجے میں کہا تھا۔

''مذاق نہیں انکل! یہ ایک ایسی سچائی ہے۔ جس سے آپ آج تک لاعلم تھے۔'' افہام الحق نے تفصیل سے انہیں ربیط الزماں اور آفرین کی کورٹ میرج سے بچوں کی پیدائش تک بتایا تھا۔ نائمہ باسط کو بیقراری سے چومنے لگی تھیں اور یہی حال منیر الزماں کا تھا وہ پوتی کو گود میں لئے اسے خود سے چمٹائے ہوئے تھے۔ اور ان کی والہانہ محبت کے جواب میں وہ ان کی گود میں مسکرا رہے تھے۔

''اس سب کا قصور وار صرف میں ہوں' ربیط تو آفرین سے شادی کرنا چاہتا تھا اور اعتراض تو ہمیں بھی نہ تھا مگر جب قمر سے بزنس کی وجہ سے بات خراب ہوئی تو میں نے اسے شادی سے صاف انکار کر دیا اگر ایسا نہ کرتا تو ربیط کبھی بھی وہ قدم نہ اٹھاتا لیکن دیکھو جس بیٹے کی اولین خواہش و خوشی کا ہم نے خیال نہ کیا وہ ہی میرا بیٹا ہمیں جاتے جاتے بھی اتنی بڑی خوشی سے نواز گیا۔'' منیر الزماں نے پوتے کی پیشانی چوم لی تھی۔ وہ دونوں بچے کو پا کر حقیقتاً مسرور تھے۔ منیر الزماں نے اپنے ہی پوتے کو ایڈاپٹ کر لیا تھا۔ وہ دینے تو صرف باسط کو ہی آئے تھے۔ مگر انھوں نے نشاط کے ساتھ خود کو بھی منیر الزماں کو سونپ دیا تھا۔ منیر الزماں نے افہام الحق کو بیٹا بنا لیا تھا اور نائمہ کے مجبور کرنے پر وہ ربیط الزماں کے گھر میں ہی رہنے لگے تھے اور اس طرح دونوں بچوں کو ماں باپ کے ساتھ دادا' دادی' کا پیار بھی نصیب ہو گیا تھا۔ زندگی بہت مختصر ہوتی ہے۔ صبح میں سانسیں چل رہی ہوتی ہیں اور شام میں ساکت ہو جاتی ہیں۔ اور کبھی کبھی ایک اچھا قدم مگر غلط سمت میں اٹھ جائے تو ساری اچھائی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ربیط الزماں اور آفرین نے ایک صحیح کام غلط انداز سے کیا' اس لئے آفرین کو مشکل کا سامنا کرنا پڑا اور ربیط الزماں کے والد کو اپنے ہی پوتے پوتی کو ایڈاپٹ کرنا پڑا نہیں افہام الحق جیسے اعلیٰ سوچ کے حامل شخص کا ساتھ نصیب نہ ہوتا تو زندگی بالکل مختلف ہوتی۔ اس لئے تو کہتے ہیں کہ محبت کرنا جرم نہیں ہوتا بعض اوقات اس کو پانے کے لئے اٹھائے جانے والے غلط اقدامات اس کی ساری خوبصورتی ختم کر دیتے ہیں۔ محبت ضرور کریں مگر اپنی روایات اور معاشرتی اقدار کو ہرگز نہ بھولیں کیونکہ زندگی ہم خود بناتے ہیں جبکہ یہ مختصری زندگی کافی حسین ہوتی ہے۔

☆......☆......☆

''افہام! خدا کا خوف کریں۔ سحری کا ٹائم نکلا

جارہا ہے اور آپ کی نیند ہے کہ ٹوٹتی ہی نہیں۔'' ثمین اسے تیسری دفعہ اٹھانے آئی تھی۔ اس لئے بری طرح جھنجھلا کر رہ گئی تھی۔

''ضروری تو نہیں ہے کہ سارے روزے وقت پر رکھے جائیں۔''

''سوتے میں آپ کا دماغ کہیں اڑن چھو ہوجاتا ہے۔ مجھے آج یقین ہو گیا ہے۔ مسٹر افہام! روزہ کی نیت کیا افطاری کے وقت کرنے کا ارادہ ہے 'سحری' سحر میں ہی کی جاتی ہے اور سارے ہی روزے وقت پر رکھے جاتے ہیں۔'' اسے چڑتے دیکھ کر وہ مسکراتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اور وہ اسے گھورتی روم سے نکل آئی تھی۔

''ثمین! ابھی ساڑھے 3 ہو رہے ہیں اتنی جلدی اٹھانے کی کیا تک تھی؟'' وہ غصے سے کہتا ہوا ڈائننگ ہال میں داخل ہوا تھا۔

''آپ بھول گئے افہام! آج (الوداع) رمضان کا آخری جمعۃ المبارک ہے۔ اور آج ہمارے دونوں بچے پہلی دفعہ روزہ رکھیں گے۔'' وہ مصروف سے انداز میں کہتی اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

''اسی لئے محترمہ کچن میں نظر آ رہی ہیں' کبھی اتنے پیارے بچوں کے ابا کے لئے تو تم نے سحری نہیں بنائی؟'' اس کے شکوہ کرنے پر وہ محض اسے گھور کر رہ گئی تھی۔

''فضول کے ڈائیلاگ مارنے کے بجائے' جا کر بچوں کو اٹھا لائیں۔ اور پلیز آرام سے اٹھایئے گا نہیں' باسط اور نشاط کے ساتھ ارحم اور نوین بھی نہ اٹھ جائیں۔ ارحم کی تو پھر بھی خیر ہے مگر یہ نوین اٹھ گئی تو کسی کو بھی سحری کرنے نہیں دے گی۔ اور باسط نے نشاط نے کم کھایا تو پورا دن دونوں سے گزارنا مشکل ہو جائے گا۔ روزہ رکھ بھی تو پہلی دفعہ رہے ہیں۔'' روٹی بیلتے ہوئے اس کے لہجے میں فکر در آئی تھی۔ افہام سر جھکا کر باسط کے روم میں آیا تھا۔ 8 سالہ ارحم 11 سالہ باسط سے چمٹ کر سو رہا تھا۔ باسط کو اٹھایا تو وہ بھی اٹھ گیا اور نشاط کو اٹھانے گیا تو 6 سالہ نوین اس سے بھی پہلے جاگ گئی۔ وہ ثمین کی ڈانٹ سننے کے لئے ریڈی ہوتا بچوں کے پیچھے ہال میں آیا تھا۔

''مما! دیکھا آپ نے افہام سے ایک کام ٹھیک سے نہیں ہوتا روزہ دو بچوں کو رکھنا ہے اور یہ نواب پوری فوج کو اٹھا لائے۔'' جوس کا جگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس نے شوہر کو گھورتے ہوئے (ربیط کی مما) سے کہا تھا۔

''مما! دیکھ لیں' ثمین کو اسے اپنے 4 بچے فوج لگتے ہیں۔ کہاں تو لوگوں کے ہاں 12 '12۔''

''بیٹھ جاؤ بیٹا! تمہارے پاپا' کو تو فضول بولنے کی عادت سی ہو گئی ہے۔'' اس کے چڑ کر کہنے پر ان تینوں کے ہی لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

''ثمین! کچھ تم بھی کھا لو۔ دن بھر میں کتنے ہی کام کرنے ہوں گے۔''

نائمہ کے کہنے پر مسکرا کر اس نے افہام الحق کی پلیٹ اپنی جانب گھسیٹ لی تھی۔ اور اس کی گھوری کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے مزے سے قیمہ پراٹھا کھانے لگی تھی۔

''باسط! اب تم نے مغرب کی اذان سے پہلے کچھ نہیں کھانا اور نشاط تم نے بھی۔ اگر کچھ کھایا' یا پیا' تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اللہ میاں آپ دونوں کو گناہ دیں گے۔'' ثمین نے روزے کی نیت کروانے کے بعد یہ ہدایت دینا ضروری سمجھا تھا۔

''مما! اگر بھائی اور آپی کو بھوک لگی تو؟'' یہ نوین تھی۔

''بھوک لگے تب بھی کچھ نہیں کھاتے' کیونکہ روزے کا مطلب ہوتا ہے۔ اللہ کے لئے بھوک برداشت کرنا اور صبر کرنا۔''

''دادو! یہ صبر کیا ہوتا ہے؟'' ارحم نے معصومیت سے پوچھ لیا تھا۔

''صبر بیٹا! یہ ہوتا ہے جب ہماری کوئی چیز کھو جاتی ہے تو ہم رونے کے بجائے سکون سے بیٹھ جائیں اور یہ سوچیں کے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بھی اچھی چیز دے گا اور روزہ تو رکھتے ہی ہم اللہ کے لئے ہیں۔ اور جب ہمیں بھوک لگتی ہے۔ ہمارے سامنے بہت ساری چیزیں بھی رکھی ہوتی ہیں' مگر ہم یہ سوچ کر نہیں کھاتے کہ ہم نے روزہ رکھا ہے۔ اور ہم صبر سے اذان ہونے کا انتظار کرتے ہیں تو اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔'' نائمہ چاروں بچوں کو بہت پیار سے سمجھا رہی تھیں پوری نہیں تو کچھ نہ کچھ بات انہیں سمجھ آ گئی تھی۔ ثمین نے افطاری کی تیاری کے ساتھ ان پر کڑی نگاہ رکھی تھی اور اپنے ساتھ نشاط کو نماز بھی پڑھائی تھی۔ جبکہ باسط دادا کے ساتھ مسجد نماز پڑھنے گیا تھا۔ عصر سے ہی مہمان آنا شروع ہو گئے تھے۔

''منیر! باسط بالکل ربیط کے جیسا لگ رہا ہے۔ جب ربیط نے پہلا روزہ رکھا تھا تو اتنا ہی بڑا تھا۔'' نائمہ سفید شلوار اور کرتے میں گلے میں ہار ڈالے سر پر ٹوپی پہنے پوتے کو دیکھ کر بولی تھیں اور وہ سر اثبات میں ہلا گئے تھے اور اب ان کی نگاہ نشاط پر تھی۔ سفید کاٹن کے شلوار قمیض میں سر پر ریڈ اسکارف باندھے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

''خدا! ہمارے بچوں کو سدا یونہی ہنستا مسکراتا رکھے۔'' آمین۔

مغرب کی اذان کی آواز کانوں میں پڑی تھی اور وہ دل ہی دل میں دعا مانگتے ان تک چلے آئے تھے۔ اور مسکرا کر نائمہ نے نشاط کو کھجور اور منیر الزماں نے پوتے کو کھلائی تھی۔ اور ان کا ہاتھ باری باری دونوں کے سروں پر ٹھہر گیا تھا۔ 2 سے 3 روزوں کے بعد عید تھی۔ ثمین نے بچوں اور بڑوں سب کی شاپنگ دوسرے ہی عشرے میں کر لی تھی اب زیادہ وقت عبادت میں صرف کرتی تھی۔ اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ رکھتی تھی۔

☆......☆......☆

''عید مبارک ثمین۔''

''آپ کو بھی نکالیئے میری عیدی۔'' وہ مسکرائی تھی۔

افہام الحق نے اس کے حوالے پورا والٹ کر دیا تھا اور وہ ہنستے مسکراتے روم سے باہر آ گئے تھے۔

''عید مبارک بچو۔'' افہام الحق نے نوین کو گود میں اٹھا لیا تھا۔

''بابا جانی! عیدی میں پورے 500 لوں گا دادا جان! نے مجھے 500 دیئے ہیں۔''

''باسط بیٹے عیدی تو اپنی مما جانی سے لو۔ میرا والٹ انہی کے پاس ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے ثمین کو دیکھا تھا۔ ارنج شفون کے سوٹ پر ریڈ کلر کے موتیوں اور ستاروں سے دیدہ زیب کام بنا ہوا تھا اور یہ رنگ اس کی گوری رنگت پر کافی کھل بھی رہا تھا ہلکے سے میک اپ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ ثمین نے سب بچوں کو عیدی دی تھی اور اسی وقت ثمین کے پیرنٹس بھی چلے آئے تھے۔ بچوں نے نانا جان سے عیدی لی تھی اور یہ ہنستا مسکراتا خوشی کا قافلہ عید کی سوغات شیر خورمہ کے لئے ڈائننگ روم میں چلا گیا تھا۔ زندگی ہر طرح سے حسین اور خوبصورت تھی۔ باسط اور نشاط کے مسکراتے چہرے دیکھ کر ثمین اور افہام آنکھوں ہی آنکھوں میں مسکرا دیئے تھے۔ کیونکہ انھوں نے خود سے اور جانے والوں سے جو عہد کیا تھا وہ نبھا دیا تھا اور وہ اس کے لئے اپنے رب کے شکر گزار تھے۔

☆......ختم شد......☆